جہاد امام حسین علیہ السلام

سید طیب رضا نقوی

امیرالمومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں مندرج کلمات قصار میں بعض فرائض کی حکمتوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا" **فرض اللّٰہ الایمان۔۔۔ والجبار عزالاسلام**" [۱]

ترجمہ: خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لئے نماز فرض کیا، انسان کو رعونت سے بچانے کے لئے اور زکوٰۃ کورزق میں اضافہ کا سبب بنانے کے لئے، روزہ کومخلوق کااخلاص آزمانے کے لئے، حج کو دین کی تقویت کے لئے اور جہادفرض کیا اسلام کو سرفرازی بخشنے کے لئےظلم اور ظالموں کی مقاومت اورفتنہ وفساد کی روک تھام کے لئے اور واضح رہے کہ جان ومال کو راہ خدا میں قربان کردینے کانام جہاد ہے۔ جہاد کی دوقسمیں ہیں ۔

جہاد اصغر: جہاد بالسیف یعنی تلوار کے ذریعہ دشمن کے خلاف جو جہاد کیاجاتاہے وہ جہاد اصغر ہے۔

جہاد اکبر: یعنی انسان کی ذات میں موجود اپنے باطنی دشمن اور اس کے مذموم اثرات یعنی جہالت،بزدلی،جوروجفا اور رشک ونخوت وغیرہ سے برسرپیکار ہونا جہاد اکبر ہے۔کبھی جہاد ابتدائی طورپرہوتاہے جسے جہاد بدائی کہتے ہیں اورکبھی دفاعی شکل میں ہوتاہے جسے دفاعی جہاد سےتعبیرکیا جاتاہے۔ دونوں طرح کے جہاد، جہاد ہی ہیں، چاہے ابتدائی ہو یا دفاعی البتہ ذرا سا فرق ہے ورنہ توجہاد بدائی بھی کلمہ اسلام کی سربلندی کے لئے کیا جاتا ہے اور دفاعی جہادمیں بھی امت مسلمہ کا تحفظ مقصود ہوتاہے۔ جہاد بدائی میں بھی اسلام کی سربلندی کے لئے طاقتیں صرف کی جاتی ہیں اور دفاعی

میں بھی۔فرق اتنا ہے کہ جہاں دشمن کا حملہ نظر آتا ہے اس کا نام جہاد دفاعی ہے اور جہاں حملہ نظر نہیں آتا اس کو جہاد بدائی کہا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ فقط خدا کی راہ میں تلوار چلانے کا نام جہاد نہیں بلکہ جہاد کا مقصد اسلام کا دفاع وتحفظ اور اس کے اقدار کی نگہداشت ہے لہٰذا اگر جہاد کا فلسفہ فقط شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں محدود ہوتا تو خواتین اس کے اجروثواب سے محروم رہ جاتیں پس دین کی راہ میں شوہر کی اچھی خدمت کو بھی جہاد کا درجہ دیا گیا ہے بعض خواتین نے اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں میں عرض کیا ،کیا وجہ ہے کہ ہم خواتین کو جہاد کے شرف سے محروم رکھا گیاہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ''**جهاد المرء ة حسن التبعّل**'' عورت کا جہاد اپنے شوہر کی بہترین نگہداشت اور اچھی خدمت ہے۔

جہاد کی اہمیت

آنحضرت □ کے بارے میں قرآن کریم نے ان الفاظ میں صراحت فرمائی ہے۔''**النبی اولٰی بالمومنین من انفسهم**'' یعنی آنحضرت مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ ہی ساتھ امامؑ کی اطاعت بھی فرض ہے ۔ یہی سبب ہے کہ شیعہ عقائد میں حکم امام کے بغیر جہاد ساقط ہے۔خود امام علیہ السلام ہوں یا امام کی جانب سے نائب خاص ہو چنانچہ جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک بن اشتر نخعی کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا جس میں حضرت نے انہیں بہت سے احکام دیئے ہیں ان میں چار خاص چیزوں کی جانب متوجہ فرمایا ہے ۔**جبابة خراجها وجهاد عدوّها واستصلاح اهلها وعمارة بلادها**۲۔ یعنی وہاں کے مالی نظام کو درست کریں دشمن سے جہاد کریں اور وہاں کے لوگوں کی رشدو ہدایت کے لئے کمربستہ ہوجائیں اور وہاں کے شہروں کی تعمیر کریں۔

قرآن مجید میں جہاد کا ذکر پینتیس(۳۵) مقامات پر کیا گیا ہے۔لیکن خدا کی راہ میں جہاد فقط تینتیس مرتبہ ہے بقیہ دوجگہوں پر ذکر جہاد ضرور ہے مگر وہ خدا کی راہ میں جہاد نہیں ہے۔ وہ اس جہاد کومنفی جہاد سے تعبیر کرتے ہوئے پروردگار نے اولاد کومتوجہ فرمایا ہے کہ دیکھوماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، نیکی کرنا،حسن سلوک کرنا، ان کے ساتھ دنیا میں معروف اور پسندیدہ کام انجام دیتے رہنا اس لئے کہ وہ تمہارے ظاہری وجود کا ذریعہ ہیں۔تمہارے عالم ہستی میں آنے کا سبب ہیں اگر وہ

تمہاری پرورش و پرداخت نہیں کرتے تو آج تم دنیا میں موجود نہیں ہوتے۔'' وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ''۳۔ اور اگر تمہارے ماں باپ اس بات پر زور دیں کہ کسی ایسی چیز کو میرا شریک بناؤ جس کا تمہیں علم نہیں تو خبردار ان کی اطاعت نہ کرنا لیکن دنیا میں ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنا۔

مقصد یہ ہے کہ ہم نے والدین کو اپنی معرفت کا ذریعہ بنایا تھا اب یہ اس لائق نہیں رہے یہ تمہارے خالق نہیں ہم تمہارے خالق ہیں ہم نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے انہیں بھی خلق کیا ہے یہ درست ہے کہ والدین انسانی وجود کا ذریعہ ہیں۔ اولاد کی پرورش میں والدین بھی اپنا سکون حرام کردیتے ہیں پس اگر ان کا عمل پروردگار کی اطاعت کے خلاف ہے اوروہ خدا کی ذات میں شریک قرار دینے پر اصرار کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی اطاعت خدا کی اطاعت سے ٹکرارہی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی اطاعت فرض تھی لیکن اسی وقت تک جب تک والدین اور خدا کی اطاعت میں ٹکراؤ کی شکل پیدا نہ ہوجائے۔''**لا طاعة المخلوق فی معصية الخالق**'' ۴۔ یعنی جہاں سے خالق کی نافرمانی شروع ہوجائے تو مخلوق کی اطاعت کا دائرہ تنگ ہوجاتا ہے اب اگر خداوند عالم اپنے رسولؐ کی اطاعت کے بعد صاحبان امر کی اطاعت کا حکم مطلق طور پر دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان ہستیوں کی اطاعت کسی لمحہ بھی اطاعت خدا سے متعارض نہیں ہوتی۔

جہاد کی مشروعیت

آنحضرت □ کی مکی زندگی کے بارے میں مورخین بخوبی واقف ہیں کہ اعلان رسالت کے بعد سے آپ پر کس طرح عرصۂ حیات تنگ کردیا گیا تھا۔ جناب عمار کے والد جناب یاسر کو چلچلاتی دھوپ اور تپتی ہوئی ریت پر لٹادیا جاتا ہے۔ ان کی زوجہ حضرت سمیّہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیاجاتاہے آخر میں پیغمبرؐ اور مسلمانوں کی سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ آپ کو ہجرت کرنی پڑتی ہے اس طرح آپ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہونچ جاتے ہیں لیکن مشرکین کو اس پر بھی چین وسکون نہیں ملتا اور وہاں بھی اپنی ریشہ دوانیاں جاری رکھتے ہیں اس کے باوجود آپ کے ذہن میں مشرکین کی جانب سے کوئی انتقامی تصور نہیں تھا لیکن مشرکین قریش جو اپنے ناکام منصوبوں پر پیچ وتاب کھائے ہوئے تھے آنحضرت کے صحیح وسالم مدینہ پہونچنے اور انصار کے ذریعہ آپ کا پرتپاک استقبال کئے

جانے پر کف افسوس مل رہے تھے، فتنہ وشورش کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ مسلمانوں کو گھر سے باہر کرنے کے بعد ان کا اطمینان وسکون سلب کرنے اور اسلام کی توسیع وترقی روکنے کے لئے حرب وپیکار پر اتر آتے ہیں اور اس بے سروسامان جماعت کو اپنی طاغوتی طاقتوں سے کچلنے کا مکمل ارادہ کرلیتے ہیں۔ پیغمبر جنہوں نے مکہ میں پر امن طریقہ سے ذہنی انقلاب پیدا کرنا چاہا تھا اور مدینہ میں قبائل یہود سے صلح وامن کا تحریری معاہدہ کیا تھا وہ قریش کی شر انگیزیوں کے باوجود نہیں چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت آئے اور کشت وخونریزی کی گرم بازاری ہومگر جب قریش کی شر پسندی اور فتنہ انگیزی نے مسلمانوں کے سکون واطمینان کوختم کرنے کے لئے ان کے سروں پر جنگ مسلط کردی تو اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ جارحانہ حملوں کے خلاف مدافعانہ قدم اٹھایا جائے چنانچہ آنحضرت نے اس وقت تک جنگ کا نام نہیں لیاجب تک قریش ویہود نے آپ کو جنگ کے لئے مجبور نہیں کیا اور کفار کے بڑھتے ہوئے تشدد کو روکنے کے لئے جہاد کی اجازت نہیں دیدی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔''أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا۔''۴ یعنی جن لوگوں کومسلسل ستایا جارہا تھا جن پر ظلم وستم ڈھایا جارہا تھا انہیں اجازت دیدی گئی۔ سب سے پہلے اذن یعنی اجازت کی لفظ ہے اور اذن بھی اس لئے دیا جارہا ہے کہ انہیں مسلسل ستایا جارہا ہے اس (ظلم) میں مسلمانوں پر کیے گئے تمام مظالم کی داستان پوشیدہ ہے ایک اور آیہ کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۵۔

اے مسلمانو! تم کو کیا ہوگیا ہے کہ خدا کی راہ میں ان کمزور بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کو کفار کے پنجہ سے چھڑانے کے واسطے جہاد نہیں کرتے جو حالت مجبوری میں خدا سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ ہمارے پالنے والے کسی طرح اس بستی (مکہ) سے جس کے باشندے بڑے ظالم ہیں ہمیں نکال اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا سرپرست بنا اور تو خود ہی اپنی طرف سے مددگار بنا۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۶۔

یعنی اے صاحبان ایمان، مشرکین جس طرح تم سے سب کے سب ملکر لڑتے ہیں تم بھی اسی طرح سب کے سب ملکر ان سے لڑو اور یہ جان لو کہ خدا تو یقینا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالاً وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ

ہے

اے مسلمانو! تم ہلکے پھلکے نہتے ہو یا بھاری بھرکم اسلحوں سے مسلح بہر حال جب تم کو حکم دیا جائے فوراً چل کھڑے ہو اور اپنی جانوں سے اور اپنے مالوں سے خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ اگر تم کچھ جانتے ہو تو سمجھ لو کہ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

اگرچہ اسلام نے ان ناگزیر حالات میں جنگ کی اجازت دی ہے مگر جنگ کے مختلف مراحل آغاز اثناء اور اختتام کے لئے ایسی ہدایات جاری کی ہیں جو اسلام کی امن پسندی اور انسان دوستی کی آئینہ دار ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے کسی خون ریز اقدام سے پہلے دعوت اسلام دینا ضروری ہے تا کہ جنگ پر آمادہ گروہ اگر اسلام سے متاثر نہیں ہے تو کم از کم اس پر یہ واضح ہوجائے کہ جنگ کا مقصد انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا مال غنیمت سمیٹنا یا باقی ماندہ مرد و خواتین کو غلام و کنیز بنانا نہیں ہے بلکہ اسلامی تعلیم کو عام کرکے ایک امن پسند معاشرہ تعمیر کرنا ہے اور جنگ چھڑ جانے کی صورت میں اپاہجوں ، مزدوروں ،امن پسندوں ، عورتوں ،بوڑھوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانا اور اندھا دھند خون بہانے سے اسلام نے منع کیا ہے چنانچہ جنگ حنین میں جب خالد بن ولید نے ایک عورت کو قتل کردیا تو آنحضرت □ نے ناراضگی اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں کہلا بھیجا کہ وہ کسی عورت بچے یا مزدور پر ہاتھ نہ اٹھائیں۔ ایک مرتبہ پیغمبر □ نے صحابہ کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ جنگ کے دوران مشرکین کے بچوں کو قتل نہ کرنا۔ کچھ لوگوں نے عرض کی وہ تو مشرکین کی اولاد ہیں اس وقت آپ نے فرمایا'' **اولیس خیارکم اولاد المشرکین** '' کیا تم میں کے اچھے لوگ مشرکین کی اولاد نہیں ہیں اسلام اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ دشمن کے سامان رسد کھانے پانی وغیرہ میں رکاوٹ پیدا کی جائے انہیں ضروریات زندگی سے محروم کیاجائے اور بلاوجہ ان کے باغات کھیتوں کو اجاڑا جائے ،پھل دار درختوں کو کاٹا اور عمارتوں کو گرایا جائے۔

قرآن کریم میں منزل جہاد میں بار بار ہجرت کا بھی ذکر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے'' **الّذین آمنوا وھاجرو وجاھدوا** '' یعنی جنہوں نے ہجرت اور جہاد (دونوں) کیے یعنی ہجرت بھی جہاد کی ایک قسم ہے یعنی ہجرت کے ساتھ جہاد ہے تو سب کچھ ہے اگر ہجرت کے ساتھ جہاد نہیں ہے تو فقط ہجرت جس میں میں کوئی شرف نہیں ہے غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ہجرت کے ساتھ جہاد میں دونوں طرح کے جہاد شامل ہوجاتے ہیں جہاد بالسیف اور جہاد نفس یعنی جہاد اصغر اور جہاد اکبر دونوں مگر یہ

کیسے معلوم ہو کہ کس کی ہجرت بربنائے جہاد ہے اور کس کی ہجرت کسی دوسری مصلحت کی بنا پر ہے اس کا راز اسی وقت کھلے گا جب **جاھدوا** کی منزل آجائے گی تب معلوم ہوگا کہ ہجرت بربنائے جہاد ہے تو ایسے مجاہد کو ہر میدان میں نظر آنا چاہیئے اگر ہجرت بربنائے جہاد نہیں ہوگی تو ہجرت میں سب نظر آئیں گے۔ جہاد میں میدان صاف ہوگا۔ تاریخ اسلام کا فیصلہ ہے ''**استوی الاسلام سیف علی**'' یعنی اسلام کو طاقت وغلبہ اور استحکام علی علیہ السلام کی تلوار سے حاصل ہوا اگر چہ شب ہجرت اور بدر کبریٰ سے جمل وصفین ونہروان کی جنگیں اور تمام غزوات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کی علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ذات گرامی ثبات قدم جان فروشی اور ہجرت وجہاد کا عدیم المثال نمونہ ہے۔ ہر واقعہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ اسلامی تاریخ کے آغاز ہی سے اسلام کا غلبہ اوراس کی سربلندی و سرفرازی حضرت علی علیہ السلام کی شمشیر کی مرہون منت ہے چنانچہ جنگ بدر کے بعد احد کا نقشہ مورخین کے پیش نظر ہے ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے شمع رسالت کے بیشتر پروانے رخصت ہوچکے ہیں بس ایک علیؑ کی ذات، وہی میمنہ پر ہے وہی میسرہ پر اور وہی قلب لشکر میں نظر آتی ہے۔ اس مقام پر اس ذات کا تعارف فرشتہ کے ذریعہ کرایا جائے تو بہتر ہوگا۔ محدث دہلوی کی تحقیق کے مطابق فرشتہ نے آکر عرض کی یارسولؐ اللہ! آپ علیؑ کا جہاد دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح وہ تن تنہا دائیں بائیں قلب وجناح پر ہر طرف سے آپ کا دفاع کررہے ہیں حضرتؐ فرماتے ہیں۔ ''**کیف لا**'' علیؑ ایسا مثالی دفاع کیوں نہ کریں ''**فانّہ منّی و انامنہ**'' بیشک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔

یہ منزل جہاد اس ذات کی ہے جس کی تلوار سے اسلام کو استحکام ملا آپ ہی کے فرزند ارجمند حضرت امام حسینؑ ہیں جن کے متعلق جب اسلام کی نسبت سے تعارف کرایا گیا تو اس طرح کہا گیا ''**محمّد الحدوث حسینی البقا**''

یعنی اسلام کی ابتداء پیغمبرؐ سے اور اس کی بقا ہے حسینؑ سے

۵۰ھ میں امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کردیا جاتا ہے وہیں سے امام حسینؑ کے عہد امامت کا آغاز ہوتا ہے جبکہ امیر شام کا انتقال ۶۰ھ میں ہوا اس طرح امام حسینؑ کی امامت کے دس برس امیر شام کی ملوکیت کے دور میں گذرے۔ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد شیعیان علیؑ نے امام حسینؑ کے نام تعزیتی خط لکھتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ اللہ نے آپ کو اسلاف کا عظیم ترین خلیفہ اور جانشین قرار دیا ہے ہم آپ کی پیروی کرنے والے لوگ آپ کے حزن واندوہ میں محزون اور آپ کی خوشی میں

خوش ہونے والے ہیں اورسب کے آخر میں یہ عبارت لکھی ’’المنتظرون لامرک‘‘ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں بنو جعدہ بن ہبیرہ نے اپنے خط میں تحریر کیا کہ اہل کوفہ امام حسینؑ کے متعلق اچھی رائے رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ امام حسینؑ کوفہ تشریف لائیں، یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے اعوان وانصار سے ملاقات بھی کی ہے جن کے قول وفعل پر اعتبار کیا جاسکتا ہے یہ لوگ دشمن کے لئے سخت جنگجو اور آل ابوسفیان کے مخالف ہیں۔ آخر میں امام حسینؑ سے درخواست کی گئی کہ حضرت اپنی رائے سے مطلع فرمائیں ان کے جواب میں امام حسینؑ نے تحریر فرمایا

انّی لارجوان یکون رای اخی۔۔۔انشاءاللّٰہ

ترجمہ: میں امید کرتاہوں کہ صلح میں میرے بھائی کی رائے اور ظالموں سے جہاد کرنے میں میری رائے دونوں ہی حق وصواب اور رشدو ہدایت پر ہیں تم لوگ اپنی زمین سے وابستہ رہو اور خواہش کو مخفی رکھو جب تک ابن ہندہ زندہ ہے اگر وہ مرگیا اور میں زندہ رہا تو اس وقت انشاء اللہ اپنی رائے کا اظہار کروں گا۔

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ مسیب بن عتبہ فزاری امام حسنؑ کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں کے ساتھ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہہ کر آپ سے معاویہ کے معزول کرنے کی درخواست کہ ہمیں آپ کی اور آپ کے برادر دونوں کی رائے معلوم ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ’’**انّی لارجو ان یعطی اللّٰہ اخی علی نیتہ فی حبّہ الکف وان یعطینی علی نیتی فی حبّی جہاد الظّالمین**‘‘ ۸؎

یعنی مجھے امید ہے اللہ میرے بھائی کو اس محبت کا اجر عطا فرمائے گا جو انہیں صلح سے تھی اور مجھے اس محبت کا اجر عطا فرمائے گا جو مجھے ظالموں کے ساتھ جہاد سے ہے۔

شیخ مفید کے مطابق امیر شام کی وفات ۱۵ر رجب کو واقع ہوئی۔ یزید امیر شام کی تدفین کے تین روز بعد دمشق پہونچتا ہے۔

جب یزید حاکم ہوا تو مدینے کا والی ولید بن عتبہ بن ابوسفیان اور مکہ کا والی عمرو بن سعید عاص بصرہ کا والی عبیداللہ بن زیاد اور والی کوفہ نعمان بن بشیر تھا۔ اس وقت یزید کی توجہ صرف ان لوگوں پر تھی جنہوں نے معاویہ کے عہد میں اس کی بیعت سے انکار کیا تھا لہٰذا یزید نے ولید کو ایک خط کے ذریعہ معاویہ کی موت کی خبر بھیجی اور ایک مختصر خط بھی لکھا جس میں لکھا تھا حسینؑ اور عبد اللہ

بن عمر اور عبد الملک بن زبیر سے اس طرح بیعت لو کہ انہیں بیعت کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے۔

قاصد خط لیکر مدینہ پہونچتا ہے ولید نے شب کے وقت امامؑ کو بلا بھیجا۔ امام بنی ہاشم کے ہمراہ دربار میں پہونچتے ہیں ولید امامؑ کو یزید کی بیعت کی دعوت دیتا ہے۔ امامؑ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ اے امیر ہم اہلبیتؑ نبوت اور رسالت کا معدن ہیں۔ ہم فرودگاہ ملائکہ ہیں اور ہم رحمت کے نزول کا محل ہیں سلسلہ ہدایت کا اللہ نے ہم سے آغاز کیا اور ہم ہی پر اس کا اتمام کیا اور یزید ایک فاسق شرابی ہے۔ نفس محترم کا قاتل اور اعلانیہ فسق وفجور کرنے والا ہے مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔ صبح ہونے دو تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کریں پھر دیکھیں گے ہم میں سے کون خلافت وبیعت کا حق دار ہے، دروازے پر کھڑے ہاشمی جوانوں نے امام حسینؑ کے یہ جملے سنے تو تلواریں نکال کر دروازہ کھولنا ہی چاہتے تھے کہ امام حسینؑ باہر آئے اور انہیں ان کے گھروں کو واپس کردیا اور خود اپنے گھر روانہ ہوگئے۔

اس کے بعد امام قبر رسولؐ پر تشریف لائے اور مدینہ ترک کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

صبح کو محمد حنفیہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی بھیا آپ مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہیں اور میں سب سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتا ہوں لہٰذا یہ میرا فرض ہے کہ میں آپ کے لئے جو بات خیر سمجھتا ہوں وہ آپ کی خدمت میں عرض کروں اور ایسا کیوں نہ کروں جبکہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں میرے امام ہیں اور آپ کی اطاعت مجھ پر فرض ہے میری رائے یہ ہے کہ یزید کی بیعت سے بچنے کے لئے شہروں سے دور رہیں اور صحرائی بستیوں میں قیام کریں پھر آپ اپنے نمائندے علاقوں میں بھیجیں اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیں حسینؑ نے کہا بھیا میں کہاں جاؤں؟ کہا مکہ چلے جایئے اور اگر اہل مکہ آپ کی صحیح پزیرائی نہ کریں تو آپ یمن کی طرف نکل جائیں اور اگر وہاں بھی سکون نہ ملے تو پہاڑی اور میدانی علاقوں کی طرف نکل جائیں۔ امام نے فرمایا اے برادر! اگر مجھے دنیا میں کوئی جائے پناہ نہ مل سکے جب بھی میں یزید کی بیعت نہیں کرسکتا پھر دونوں بھائی ملکر روتے رہے پھر امامؑ نے ارشاد فرمایا اے بھائی! اللہ تمہیں جزائے خیر دے، تم نے اچھے مشورہ کا حق ادا کیا اب میں اپنے رشتہ داروں اور چاہنے والوں کے ساتھ مکہ کا سفر اختیار کررہا ہوں تم مدینہ میں رہ کر یہاں کے حالات سے مجھے مطلع کرتے رہنا۔

امام حسین علیہ السلام نے ۲۸/رجب ۶۰ھ میں اپنے وطن مدینہ کو خیر باد کہہ دیا جہاں

نانا کا روضہ ماں کا مزار اور برادر کی لحد تھی اور ۳ شعبان کو وارد مکہ ہوتے ہیں امام حسینؑ کے تشریف لانے سے اہل مکہ میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور وہاں لوگ صبح وشام آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگے ان میں شہر مکہ کے اصلی باشندے بھی تھے اور وہ بھی تھے جو حج وعمرہ کی غرض سے آئے تھے یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ کے بیانات سے استفادہ کرتے اور آپ سے سنی ہوئی روایات کو تحریر کر لیتے تھے۔

مکہ کے حالات ناگزیر تھے لہٰذا آپ نے حج کو عمرہ سے بدل کر عراق جانے کا ارادہ فرمایا تو ۸ ذی الحجہ کی شب میں ایک خطبہ اپنے اصحاب کے سامنے ارشاد فرمایا۔

’’ساری تعریف اللہ کے لئے سزاوار ہے اور وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے اور کسی کے پاس کوئی توانائی نہیں ہے مگر اللہ ہی کی مدد سے اور اللہ کا درو دو سلام ہو اللہ کے رسولؐ پر، فرزندان آدم کے لئے موت ایسی ہی زینت ہے جیسی جوان لڑکی کے گلے میں گلوبند ہو۔ میں اپنے اسلاف اور بزرگوں سے ملاقات کا اس طرح اشتیاق رکھتا ہوں جیسے یعقوبؑ کو یوسفؑ کا اشتیاق تھا۔ میرے لئے ایک شہادت گاہ معین ہے مجھے وہاں تک پہونچنا ہے‘‘۔

سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے امامؑ اور آپ کے ساتھی ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو وارد کربلا ہوتے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے یزیدی افواج کی کثرت سے میدان کربلا پُر ہو جاتا ہے۔ سات محرم سے اصحاب واطفال حسینؑ پر پانی بند کر دیا جاتا ہے شب عاشور آتی ہے یہاں تک شب عاشور بھی گذر جاتی ہے امام حسینؑ کے ایک ایک ساتھی داد شجاعت دیتے ہیں اور جام شہادت نوش کرتے جاتے ہیں پھر آپ کے اعزّہ کی باری آتی ہے یہاں تک کہ عاشور کا سورج زوال پذیر ہوجاتا ہے اور اب امام حسینؑ سے وہ لمحہ قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا جس لمحہ میں آپ کو اپنا وعدہ طفلی پورا کرنا تھا بکھرے ہوئے لاشوں کے درمیان امامؑ کھڑے ہوئے اس آخری سجدہ کی تیاری کر رہے تھے جو سجدہ توحید کی شان اور رسالت کی آبرو بننے والا تھا آپ نے جاں نثاروں کے لاشوں پر نگاہ کی اور اہل حرم کے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے آواز دی ’’**یاسکینہ یا فاطمہ یازینب یا ام کلثوم علیکنّ منّی السلام**‘‘ اے سکینہ اے فاطمہ اے زینب اے ام کلثوم تم سب پر میرا سلام ہو جواب میں جناب سکینہ نے کہا **یا ابا استسلمت الی الموت**؟ بابا کیا آپ مرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا ’’**کیف لا یستسلم من لا ناصر له و لا معین**‘‘ وہ شخص کیسے مرنے کے لئے تیار نہ

ہو جس کا کوئی ناصر و مددگار ہی نہ رہ گیا ہو۔

پسر سعد سے گفتگو: امام علیہ السلام میدان میں تشریف لائے اور عمر سعد کو مخاطب فرمایا جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا میرے تین مطالبے ہیں۔۱۔ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ چلا جاؤں اور اپنے جد کی قبر کے پاس زندگی گزاروں ۲۔مجھے پانی پلادو اس لئے کہ میرے جگر میں آگ لگی ہوئی ہے اگر یہ دونوں باتیں قبول نہیں ہیں تو دستور عرب کے مطابق فرداً فرداً مجھ سے جنگ کرو۔ پسر سعد نے جواب میں کہا، تیسری بات قابل قبول ہے ۹۔ آپ کے سامنے لشکر یزید سے سپاہی آتے رہے اور قتل ہوتے رہے، حملہ کے دوران آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

انا بن علی الطھر من آل ھاشم   کفانی بھذا مفخراً حسین افخر
وجدّی رسول اللّٰہ اکرم من مضی   ونحن سراج اللّٰہ فی الارض نزھر
وشیعتنا فی الناس اکرم شیعةً   ومبغضنا یوم القیامة یخسر
فطوبیٰ لعبدٍ زار نابعد موتنا   بجنة عدن صفوھا لایکدر ۱۰۔

ترجمہ: میں علی کا فرزند اور اولاد ہاشم سے ہوں مقام فخر میں یہی بات میرے فخر کے لئے کافی ہے۔

میرے جد رسول اللہ ﷺ ہیں جو تمام رسولان گذشتہ سے افضل ہیں اور ہم اس زمین پر اللہ کا نور بخشنے والے چراغ ہیں اور رسول کی دختر فاطمہ میری مادر گرامی ہیں اور میرے چچا جعفر ہیں جن کے پاس دو پر پرواز ہیں۔ ہمارے پیرو ساری دنیا کے پیرو سے بہتر ہیں اور ہمارا دشمن قیامت کے دن خسارے میں ہوگا۔خوش خبری ہو اس شخص کو جو ہماری موت کے بعد جنت باصفا میں ہم سے ملاقات کرے گا۔

سید الشہداء علیہ السلام نے انفرادی جنگ میں دشمنوں کی کثیر تعداد کو قتل کرنے کے بعد یہ رجز پڑھ کر دشمن کے میمنہ پر حملہ کیا۔

الموت اولی من رکوب النار   والعار اولیٰ من دخول النار

ننگ وعار کی سواری پر سوار ہونے سے موت بہتر ہے اور ننگ وعار جہنم میں جانے سے بہتر ہے۔

پھر حضرت نے یہ رجز پڑھ کر دشمن کے میسرہ پر حملہ کیا

انا الحسین بن علی الیت ان لاانثنی

احمی عیالات ابی امضی علی دین النبی ۱۱؎

میں علیؑ کا بیٹا حسینؑ ہوں، میں نے قسم کھائی ہے کہ سر تسلیم خم نہیں کروں گا میں اپنے باپ کے عیالات کی حمایت وحفاظت کر رہا ہوں اور نبیؐ کے دین پر کاربند ہوں۔

علاّمہ مجلسی لکھتے ہیں راوی کا بیان ہے خدا کی قسم میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ کسی شخص کے انصار واہل خاندان قتل ہوگئے ہوں اور اس پر چاروں طرف سے ان گنت دشمنوں کا حملہ ہو وہ حسینؑ سے زیادہ قوی دل اور ثابت قدم ہو جب لوگ آپ پر حملہ کرتے تو آپ جواب میں ان پر حملہ آور ہوتے تھے تو دشمن اس طرح بھاگتے تھے جیسے بھیڑیے کے حملے سے بکریوں کے ریوڑ بھاگتے ہیں جب آپ ان پر حملہ کرتے تھے تو وہ ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود اس طرح منتشر ہوتے تھے جیسے ٹڈیوں کے دل منتشر ہوتے ہوں آپ حملہ کرکے اپنی جگہ واپس آجاتے تھے اور فرماتے تھے ''لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلیّ العظیم'' ۱۲؎

صاحب معالم السبطین فاضل حائری نے امام علیہ السلام کے جہاد کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔''امام حسینؑ نے پوری فوج پر اکیلے حملہ کیا اور جنگ کرتے ہوئے ان کے درمیان میں داخل ہوگئے۔تلوار مارتے جاتے تھے اور انہیں قتل کرتے جاتے تھے فوج کے سردار گھبرائے ہوئے تھے اور لوگ حسینؑ کے سامنے سے فرار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ زمین مقتولین کے خون سے رنگین ہوگئی۔آپ نے میمنہ پر حملہ کیا پھر میسرہ پر حملہ کیا پھر میمنہ کو میسرہ پر پلٹ دیا دوبارہ میسرہ کو میمنہ پر پلٹ دیا اور قلب لشکر کو میمنہ ومیسرہ دونوں پر ڈھکیل دیا۔ چاہا تو فوج کے بیچ میں چلے گئے چاہا تو باہر نکل آئے ہر ایک حسینؑ کے دسترس میں تھا کسی کو قتل کرتے تھے اور کسی کو زد پر ہونے کے باوجود چھوڑ دیتے تھے۔کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ جس کے صلب میں مومن کو دیکھتا ہوں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

جب یزیدی فوج بڑی تعداد میں امامؑ کے ہاتھوں قتل ہوگئی اور بیشتر سپاہی زخمی ہوگئے تو عمر بن سعد نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تمہیں کچھ معلوم ہے تم کس سے جنگ کر رہے ہو؟ یہ علیؑ بن ابی طالب کا بیٹا ہے یہ قتال عرب کا بیٹا ہے تم سب ملکر اس پر چاروں طرف سے حملہ کرو اس وقت چار ہزار تیر اندازوں نے آپ پر تیروں کی بارش شروع کی اور ایک سواسی نیزہ برداروں نے حملہ

کیا۔ ۱۳؎

امام حسینؑ نے یزید کے لشکر والوں سے سوال کیا۔ ''یا ویلکم علی ماتقتلونی؟ علیٰ حق ترکتہ ام علیٰ سنۃ غیر تھا؟ ام علیٰ شریعۃ بدلتھا'' تم لوگ مجھ سے کیوں جنگ کر رہے ہو؟ کیا میں نے کسی حق کو ترک کیا ہے؟ کیا میں نے رسولؐ کی کوئی سنت تبدیل کی ہے؟ کیا میں نے کسی حکم شریعت کو تبدیل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم آپ کے باپ کی دشمنی وعناد میں آپ سے لڑ رہے ہیں کہ انہوں نے ہمارے آباواجداد کو بدر وحنین میں قتل کیا تھا یہ اس کا انتقام ہے۔ ۱۴؎

پسر سعد کے حکم سے امام حسینؑ پر چار ہزار تیر اندازوں نے حملہ کے۔ افوج امام حسین اور آپ کے خیام کے درمیان آ گئی۔ اسی دوران اہل حرم کے خیموں پر حملہ کر دیا گیا، جب امام کے کانوں تک بی بیوں اور بچوں کی فریاد پہونچی تو آپ نے یزیدی لشکر سے پکار کر فرمایا وائے ہو تم پر، اے آل ابوسفیان کے شیعو! اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تمہیں روز قیامت کا خوف بھی نہیں ہے تو کم از کم اپنی دنیا میں تو آزاد بنو یزید کے غلام نہ بنو اور اگر اپنے کو عرب جانتے ہو تو اپنے بزرگوں کے طور وطریق پر تو عمل کرو۔ شمر نے کہا اے فاطمہ کے بیٹے کیا کہہ رہے ہو؟ آپ نے فرمایا میں تم سے جنگ کر رہا ہوں تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو لیکن عورتوں کا اس سے ربط نہیں ہے۔

امام حسینؑ پر پیاس کا شدید غلبہ تھا جب آپ پانی سے قریب ہوئے تو آپ نے چلّو میں پانی لیا حصین بن تمیم نے آپ کی جانب ایک تیر پھینکا جو آپ کے دہن میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے پانی پھینک کر دہن سے تیر نکالا پھر خون آسمان کی طرف پھینکا اور حمد وثنائے الٰہی کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے عرض کی ''اللّٰھمّ احصھم عدداً واقتلھم برداً ولا تذر علی الارض منھم احداً'' ۱۵؎

بار الٰہا ان کی جمعیت کو ختم کر دے انہیں پراگندہ فرما کر قتل کر دے اور روئے زمین پر ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔ ایک روایت کے مطابق جب امام حسینؑ نے پانی پینا چاہا تو حصین بن نمیر نے آپ کی جانب تیر پھینکا جو آپ کی ران میں پیوست ہو گیا آپ نے خون آسمان کی جانب پھینکا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی پروردگار تجھ سے شکایت کر رہا ہوں ان لوگوں کی کہ انہوں نے میرا خون بہایا اور مجھ پر پانی بند کیا۔ ۱۶؎

امام حسینؑ کی پیشانی پر تیر: امام جہاد میں مصروف ہیں کہ ابوالحتوف نے کمان میں تیر جوڑ کر

آپ کی پیشانی کی طرف پھینکا۔ پیشانی سے خون جاری ہوا جو آپ کے چہرہ اور ریش مبارک پر پھیل گیا آپ نے آسمان کی جانب سر بلند کیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ بار الہا تو جانتا ہے میں ان لوگوں میں گھر گیا ہوں اور تیرے نافرمان بندوں کے ہاتھوں کس طرح مصیبتیں برداشت کر رہا ہوں۔ بار الہا روئے زمین سے ان کو مٹادے انہیں ہلاک کردے اور انہیں نابود کردے اور ان کی مغفرت نہ فرما۔ ۱۷؎

آخری جہاد: الغرض دلبند حیدرؑ کرار نے وہ شدید حملے کیے کہ باوجود کثرت افواج کے اپنے والد حیدر کرار کی طرح فوج اشرار پر شیرانہ حملہ کیا کبھی میمنہ پر پہونچتے ہیں کبھی میسرہ پر کبھی قلب لشکر میں در آتے ہیں۔ ہزاروں کو قتل کرکے میدان جنگ میں ضرب حیدری کا سکہ بٹھادیتے ہیں۔ فوج یزید کا ایک سردار عبد اللہ بن عمر بیان کرتا ہے' قسم بخدا ہم نے کسی شخص کو جس کے رفیق وانصار فرزند واقرباء مرچکے ہوں اسے اس پامردی اور ہمت سے لڑتے نہیں دیکھا'۔

حضرت کی اس شجاعت کا دنیا میں کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس تشنگی وخستگی اور مظلومیت کے باوجود علاّمہ مجلسی کے قول کے مطابق حضرت نے ایک ہزار نوسو پچاس پیادے اور سوار قتل کئے اور معصوم کی روایت سے تخصیص بھی ہے کہ وہ لوگ قتل ہوئے ہیں جن سے کسی مومن کے قتل ہونے کی امید نہیں تھی۔ صاحب ''روضۃ الشہدائ'' نے مقتولین کی تعداد بارہ ہزار تک لکھی ہے بہر حال ایک تشنہ کام اور ضعیف انسان کے لئے یہ شجاعت عدیم المثال ہے مگر کہاں تک لڑتے، خون بھی جسم سے بکثرت بہہ چکا تھا، دن ڈھل رہا تھا کہ ہر طرف سے خورشید امامت پر حملہ ہوتا ہے عمر سعد فوج کو آواز دیتا ہے۔ وائے ہوتم پر یہ شخص انزع البطین کا یادگار ہے تم اس طرح ہرگز کامیاب نہ ہوسکو گے ہر طرف سے گھیر لو۔ یہ سننا تھا کہ تنہا بیکس پر فوجوں کا ہجوم ہوتا ہے حضرت کہاں تک دفع کریں ایک کو قتل کرتے ہیں تو اس مقام پر دس آجاتے ہیں ناگاہ ابو الحنوق کا تیر پیشانی پر پڑا حضرت نے دامن اٹھا کر خون پاک کرنا چاہا کہ دوسرا تیر سینہ مبارک سے پار ہوگیا فرمایا **بسم اللہ و باللہ علیٰ ملّۃ رسول اللہ** امامؑ حسرت سے آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور عرض کرتے ہیں **الٰھی تعلم انھم یقتلون رجلاً لیس علیٰ وجہ الارض ابن نبیک غیرہ**۔ خداوند گواہ رہنا یہ لوگ ایسے شخص کو قتل کررہے ہیں جس کے سوا کوئی دوسرا شخص تیرے رسولؐ کا نواسہ نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اس تیر کو سینہ سے نکالا اور زخم کا خون چہرہ پر مل کر فرماتے ہیں اسی طرح نانا جان سے ملاقات کروں گا۔

زینب(س) قتل گاہ میں: جب امامؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آپ خیمہ سے

باہر نکل کر دوڑیں اور فریاد کرتی ہوئیں تیزی سے امام کی طرف آئیں اور کہنے لگیں کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اور پہاڑ صحرا پر آجاتا۔ ۱۸؎ پھر پسر سعد کی جانب متوجہ ہوکر فرماتی ہیں ابن سعد تو دیکھ رہا ہے حسینؑ قتل ہورہے ہیں، اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور جناب زینب(س) کی طرف سے منھ پھیرلیا۔ ابھی بہن اپنے بھائی کے پاس پہونچنے نہیں پائی تھیں کہ شمر نے صدائے تکبیر بلند کی۔ فتح کے باجے بجنے لگے۔ **الاقتل الحسین بکربلا، الاذبح الحسین بکربلا** کی صدائیں آسمان میں گونجنے لگیں۔

حوالے:

۱۔نہج البلاغہ کلمات قصار، ارشاد نمبر ۲۵۲

۲۔نہج البلاغہ، خط نمبر ۵۳

۳۔سورۂ لقمان ،آیت ۱۵

۴۔نہج البلاغہ،کلمات قصار

۵۔سورۂ نسائ،آیت ۷۵

۶۔سورۂ توبہ،آیت ۳۶

۷۔سورۂ توبہ،آیت ۴۱

۸۔البدایہ والنہایہ، ج۸،ص ۱۷۴

۹۔منتخب طریحی،ص ۳۱۷

۱۰۔منتخب طریحی،ص۳۱۷۔ناسخ التواریخ، ج ۲،ص ۳۶۵۔بحوالہ طریحی۔منقول از حدیث کربلا ،ص ۴۸۷

۱۱۔مقتل مقرم،ص ۲۷۴

۱۲۔بحار الانوار، ج ۴۵،ص ۵۰ ، ارشاد، شیخ مفید ودیگر کتب

۱۳۔معالی السبطین ، ج ۲،ص ۳۱

۱۴۔مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴،ص ۱۲۰

۱۵۔ناسخ التواریخ، ج ۲، ص ۳۶۷۔ الامام الحسین واصحاب، ص ۳۰۲ ،منقول از حدیث کربلا، علاّمہ طالب جوہری ،ص ۴۸۹

تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۴۳۔ناسخ التواریخ، ج ۲، ص ۳۷۹،منقول از حدیث کربلا

۱۶۔الدمعۃ السّاکبہ

۱۷۔مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۸۔نفس المہموم، ص ۱۸۹